Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

سقوط اندلس پر شعرائے اندلس

کی مرثیہ خوانی

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

اسلامی اندلس جو آج کا ہسپانیہ ہے تاریخ اسلام کا ایک ایسا ڈرامائی باب ہے جو بیک وقت شاندار بھی ہے اور المناک بھی ، یہ باب ڈرامائی اس لئے ہے کہ جس طرح طریف بن مجالد ، طارق بن زیاد اور موسی بن نصیر اسلام کی شمشیر خارہ شگاف لئے سمندر عبور کرتے اور پھر شہر اور قلعہ فتح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی طرح ابو عبداللہ جیسے نالائق حکمران اپنی کند تلوار کو عیسائی فاتحین کے سپرد کر کے جبل طارق کے دامن سے اپنے شکست خوردہ خانوادے اور ساتھیوں کے ہمراہ سمندر عبور کر کے افریقہ کی طرف آتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ یہ باب ایک شاندار اور درخشندہ باب بھی ہے، اندلس کے مسلمانوں نے سیاست و حکومت اور عسکری رعب و دبدبہ سے لیکر ، علم و ادب اور فکروفن کے میدانوں تک جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ اسلام کے جگمگاتے ہوئے تاج کی حیثیت رکھتے ہیں اور انسانی تمدن کا قابل فخر ورثہ بھی ہیں مگر یہ باب اتنا ہی المناک بھی ہے ۔ ظہور اسلام سے لیکر آج تک کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں اسلام نے فاتحانہ جھنڈے گاڑے ہوں اور پھر اسے کوئی طاقت وہاں سے دیس نکالا دے سکی ہو ، مگر صرف

اندلس ایک استثنائی صورت ہے جہاں سے نہ صرف اسلام بلکہ مسلمانوں کو بھی مکمل طور پر بےدخل کر دیا گیا ۔ اس لئے اسلامی اندلس بجا طور پر تاریخ اسلام کا ایک ایسا ڈرامائی باب ہے جو شاندار بھی ہے اور حسرت و الم سے بھی لبریز ہے ۔ اس شاندار ڈرامائی باب کے حسرتناک و المناک پہلو نے جہاں ہر مومن آنکھ کو اشکبار کر دیا تھا وہاں اندلسی شعراء کو بھی محو حزن و بکا بنا دیا تھا ۔ اندلس کے شعراء نے اپنی فردوس گم گشتہ کے درد بھرے مرثیے کہے اور اپنے اسلاف کی عظمت رفتہ کو تصور میں لاتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کی بدنصیبی پر آنسو بہائے ۔

شاعر اسلام علامہ محمد اقبال کو اہل اسلام کی اس فردوس گم گشتہ سے والہانہ لگاؤ تھا ، وہ اسے مسلمانوں کی ارض موعودہ کا نام بھی دیتے تھے (۱) ۔ اقبال کے نزدیک اسلامی اندلس کا جو مقام اور اہمیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ واحد خطہ زمین ہے جس کی زیارت کے لئے وہ خاص نیت سے سفر پر نکلے تھے اور یہیں انہوں نے ,,مسجد قرطبہ ،، کے عنوان سے ایک شعری تخلیق پیش کی جو ان کی شاہکار نظموں میں سے ایک شمار ہوتی ہے (۲) ۔

اعلی تعلیم کی تکمیل کے بعد وطن واپس آتے ہوئے علامہ اقبال کا جب صقلیہ (سسلی) کے پاس سے گذر ہوا تو اسلام کی اس ارض مغصوبہ پر اشکبار ہو گئے اور سر زمین صقلیہ کو ,,تہذیب حجازی کا مزار ،، قرار دیتے ہوئے سترہ اشعار پر مشتمل سسلی کا ایک مرثیہ کہہ ڈالا تھا ، اس مرثیہ کے ایک بند میں یوں ارشاد ہوتا ہے (۳) :

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

آسماں نے دولت غرناطه جب برباد کی
ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی
غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
چن لیا تقدیر نے وہ دل که تھا محرم ترا

ہلاکو خان کے ہاتھوں جب مدینة السلام بغداد برباد ہوا اور عباسی خلافت کا چراغ گل ہو گیا تو بلبل شیراز شیخ سعدی نے ایک درد انگیز مرثیه کہا تھا جس کا مطلع ہے (۴) :

آسماں را حق بود گر خوں بگرید برزمین
برزوال ملک مستعصم امیر المؤمنین!

اور برطانوی سامراج کے منحوس قدم جب جہاں آباد (دلی) کی سر زمین پر پڑے اور جو تباہی و بربادی آئی اس پر آنسو بہاتے ہوئے مرزا داغ دهلوی نے ایک (شہر آشوب) کہا جو خاصه طویل ہے اور اس کا پہلا بند ہے : (۵)

فلک زمین و ملائک جناب تھی دلی
بہشت و خلد سے بھی انتخاب تھی دلی
جواب کا ہے کو تھا لاجواب تھی دلی
مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلی
تری ہیں آنکھیں وہاں جو جگه تھی نرگس کی
خبر نہیں که اسے کھا گئی نظر کس کی

مگر اب آپ ,,ابن بدروں کے دل ناشاد کی فریاد ,, کا کھوج لگانے بیٹھیں تو قیامت تک ناکامی اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نه ہو گا ۔ لیکن اس لئے نہیں که ابن بدروں بیچارے کے دل ناشاد کی سقوط غرناطه پر بلند ہونے والی فریاد کو زمانه چاٹ گیا بلکه اس لئے که نه کوئی ابن بدروں نامی شاعر تھا اور نه سقوط غرناطه پر اس نے

کبھی فریاد کی تھی! بلکہ حق تو یہ ہے کہ نہ صرف اسلامی اندلس کی ادبی تاریخ بلکہ پورے عربی ادب کی تاریخ میں ابن بدروں نام کا کبھی کوئی شاعر ہوا ھی نہیں یہ سوال تو ایک مستقل موضوع ہے کہ حضرت علامہ مرحوم کو یہ تسامح کیونکر ہوا کہ شاعر ابن عبدون کے مرثیہ کے شارح و نقاد شیخ ابن بدروں کو شاعر کس طرح کہدیا اور سقوط بطلیوس پر یا بطلیوس کے حکمران یکے از ملوک الطوائف ابن المظفر کے مرثیہ کو سقوط غرناطہ کا مرثیہ کس طرح سمجھ لیا لیکن یہ بات ھمارے موضوع سے تعلق رکھتی ہے کہ سر زمین اندلس کے شاھکار مرثیوں میں سے ایک مرثیہ ابو محمد عبدالمجید بن عبداللہ ابن عبدون الفہری المتوفی ۵۲۹ ھ کا رائیہ قصیدہ ہے جو اس نے اپنے سر پرست اور مربی متوکل بن مظفر کے المناک انجام پر نظم کیا تھا متوکل بنو افطس کا چشم و چراغ تھا اور ملوک الطوائف میں نمایاں مقام کا مالک تھا ابن عبدون متوکل کا وزیر تھا ، خود بھی شاعر اور ادیب تھا اور اھل ادب و شعر کا قدردان بھی تھا ۔ اس نے مشہور محدث ، عالم ، ادیب اور نقاد ابن قتیبہ اور اندلس کے ادیب اور محقق ابو عبید البکری سمط اللالی کے مصنف کے درمیان ناقدانہ موازنہ کیا اور ایک کتاب تصنیف کی تھی ، کتاب کا نام ہے (نصرۃ ابی عبید علی ابن قتیبۃ) ۔

اسلامی اندلس کو سب سے زیادہ ذلت آمیز نقصان ملوک الطوائف کے عہد میں پہنچا ۔ اندلس کی اموی سلطنت کے زوال اور منصور بن ابی عامر کی موت کے بعد اندلس سیاسی ابتری اور فساد کی زد میں آ گیا تھا جس کے نتیجے میں ملوک الطوائف کا دور دورہ ہوا ، ہر شہر اور ہر قلعہ بلکہ ہر وادی اور ہر بستی میں ہر ہوس پرست نے اپنا اقتدار قائم کر لیا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا ، اس صورت

حال سے قشتالہ اور ارغون کے عیسائی راجوں نے خوب فائدہ اٹھایا ۔ جب چاہتے جیسے چاہتے ملوک الطوائف میں سے کسی کو بھی اپنا باج گزار بنا لیتے ۔ اس باجگزاری نے مسلم رعایا کے لئے جینا حرام کر دیا تھا ۔ ملوک الطوائف اپنی رعایا کی کھالیں اتار کر عیسائی راجہ کی تجوریاں بھرتے تھے ۔ ایک ملک الطائفہ نے جو سیف الدولہ یعنی ریاست کی تلوار کہلاتا تھا اپنے باج خواہ عیسائی راجہ کو تیس اونٹوں کے برابر سونا چاندی اور غلہ ادا کیا بلکہ خود پہنچا کر آیا ۔ اس کے بدلے میں عیسائی راجہ نے اسے ایک بندر عطا کیا جسے پوشاک فاخرہ پہنا کر بڑے فخر سے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا اور باقی ملوک الطوائف سے خود کو نمایاں اور انعام یافتہ تصور کرتا ۔ اس ذلت آمیز ماحول نے اندلس کی ملت اسلامیہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مراکش کے بادشاہ یوسف بن تاشفین سے التجا کریں تاکہ وہ انہیں عیسائی راجہ اور ملوک الطوائف کے دوہرے عذاب سے نجات دلائیں (٦)۔

ملوک الطوائف میں سے جس جس نے یوسف بن تاشفین کو دل سے خوش آمدید کہا ان کی تو جان بخشی ہو گئی ۔ جو طاقتور اور خطرناک تھے وہ گرفتار ہوئے (مشہور شاعر بادشاہ معتمد ابن عباد بھی انہی میں سے تھا جس کے متعلق علامہ اقبال نے چند شعر بھی کہے ہیں) مگر جن کے متعلق غداری اور دشمن سے ساز باز کی شکایت ملی ان کی گردنیں مار دی گئیں ۔ متوکل بن مظفر اور اس کے دونوں بیٹے بھی اسی انجام بد سے دوچار ہوئے ۔ ابن عبدون نے اپنے سرپرست اور آقائے ولی نعمت کی حسرتناک موت پر یہ رائیہ قصیدہ کہا ۔ یہ مرثیہ تقریباً سڑسٹھ اشعار پر مشتمل ہے (٧)۔ لیکن اس میں شاعر نے زمانے کی چیرہ دستی اور دنیا کی بے وفائی کا شکوہ کرتے

ہوئے پوری اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کے عبرتناک واقعات کو تلمیحات و اشارات میں اس خوبصورتی سے شعروں میں سمویا ہے کہ یہ مرثیہ بے حد پرکشش اور انسانی جذبات کا ترجمان بن گیا ہے، مگر اس کی تلمیحات و اشارات اس قدر غامض اور مبہم ہیں کہ عام آدمی کے ادراک سے باہر ہیں ، تاہم اس کے دلچسپ اسلوب اور پر مغز معانی نے اسے اندلس کا ایک مقبول عام مرثیہ بنا دیا ۔

ایک حلقہ اہل علم و ادب کی درخواست پر اپنے وقت میں اسلامی اندلس کے ایک عالم ، ادب اور خطیب ابو القاسم عبدالملک بن عبداللہ ابن بدرون الحضرمی المتوفی ۶۰۸ ھ نے ابن عبدون کے اس خوبصورت مگر غموض و ابہام سے پر مرثیہ کی شرح لکھی ، یہ شرح علمی و ادبی معلومات کا قیمتی خزانہ ہے ۔ فاضل شارح نے عربی شاعری امثال اور اقوال بلغاء سے حسب موقع استشہاد کیا ہے ، یہ ۷۶ اشعار کی شرح چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ، اسے ایک فرانسیسی مستشرق نے ایڈٹ کر کے شائع کیا تو دنیا بھر کے علمی و ادبی حلقوں نے اسے بہت سراہا ، یوں لگتا ہے کہ علامہ اقبال نے قیام یورپ کے دوران ابن عبدون کی قصیدہ اور ابن بدرون کی اس شرح کا تذکرہ سنا ہو گا اور سقوط بطلیوس کے مرثیہ کو سقوط غرناطہ کا مرثیہ اور ابن عبدون کے بجائے ابن بدرون کو شاعر خیال کر لیا ہو گا ، بہرحال یہ ایک تسامح ہے جس کی وجہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے ۔

ابن عبدون مطلع قصیدہ میں زمانے کی بے نیازی اور دنیا کی بے وفائی کا شکوہ کرتا ہے اور انسان کو ہر وقت جاگتے رہنے اور ہوشیاری کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ وقت کے لیل و نہار دراصل انسان کی گھات میں لگے ہوئے ہیں ، انسان کو چاہیئے کہ وہ

خود وقت کی گھات میں رہے اور اس کا سامنا کرنے کے لئے کمربستہ رہے ، شاعر کے نزدیک لیل و نہار دراصل زمانے کے ناخن اور دانت ہیں مگر بڑا ہی احمق ہے وہ انسان جو ان شیر کے جبڑوں میں پڑا خواب غفلت میں سویا رہتا ہے ، دن رات زمانے کے ناخن اور دانت ہیں جن سے وہ انسانی زندگی کو کاٹتا رہتا ہے مگر انسان ہے کہ دن رات سونے اور اترانے میں لگا رہتا ہے۔ وجود اور پھر عدم زمانے کا ایک کھیل ہے ، عدم اور وجود کی شکل میں زمانے کے اسی کھیل کی تصاویر ابھرتی اور مٹتی رہتی ہیں ۔ اس لئے اس پر غم کرنے یا آہ و بکا کی چنداں ضرورت نہیں ، ابن عبدون کہتا ہے (۸) :

الدهر يفجع بعد العين بالاثر
فما البكاء على الاشباح والصور
انهاک انهاک لاآلوک موعظة
عن نومة بين ناب الليث والظفر

ترجمہ :

(۱) وجود کے بعد عدم کے ذریعہ زمانہ دکھ پہنچاتا ہے (یعنی انسان پہلے ہستی کا مالک ہوتا ہے پھر اس کے آثار و یادگار باقی رہ جاتی ہیں) تو پھر ان بنتی بگڑتی تصاویر یا ابھرتے مٹتے سایوں پر رونا کس لئے ؟

(۲) باز آجا! باز آجا! دیکھ میں تجھے نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہا! شیر کے دانتوں اور ناخنوں کے درمیان مت سو !

مرثیہ کے پہلے چالیس اشعار انسان کے لئے آئینہ عبرت پیش کرتے ہیں ، ان میں زمانے کے اسی تماشائے وجود و عدم کے مناظر اور تلمیحاتی و اشاراتی انداز میں تاریخی واقعات کا ذکر ہے ، زمانے کی بے نیازی و سنگدلی اور اس کے مقابلے میں انسان کی غفلت و بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد وقائع وحوادث کی تاریخ شروع ہوتی ہے (۹)

کم دولة ولیت بالنصر خدمتها
لم تبق منها وسل ذکراک من خبر
هوت بدارا وفلت غرب قاتله
وکان عضبا علی الاملاک ذا اثر

ترجمه :

(۱) کتنی هی بادشاهتیں هونگی جو فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑھتی اور گردش روز و شب کی چاکری کرتی رهیں مگر اس گردش نے انهیں بهی باقی نه رهنے دیا اور چاهو تو تاریخ سے نصیحت کے لئے سوال کر لو۔

(۲) یہی گردش تهی جس نے دارا کو زمین پر پٹخ دیا پهر اس کے قاتل سکندر یونانی کی تلوار کو بهی کند کر دیا حالانکه یہی تلوار بڑی تیز اور بادشاهوں پر برتری دلانے والی تهی۔

دارا و سکندر کے بعد جن اهل حکومت کا تذکره آیا ہے انهیں ابن عبدون کسی نه کسی دلچسپ لقب یا کنیت سے ذکر کرتا ہے جو غیر معروف هونے کے باعث عام قاری کے لئے ایک معما ہے۔ اسی لئے علامه ابن بدرون کو اس کی شرح لکهنا پڑی۔

عجیب بات یه ہے که ابن عبدون اپنے اس قصیده میں زمانے بهر کی عبرتوں کا ذکر کرتا ہے مگر بطلیوس کے حکمرانوں کے ماتم کے سوا تاریخ اندلس کی کسی عبرت کا تذکره نہیں کرتا صرف معتمد ابن عباد کے سقوط و زوال کو قابل ذکر تصور کرتا ہے : (۱۰)

واعثرت آل عبادٍ لعاً لَهمُ
بذیل زباء لم تُنفَرْ من الذعر

ترجمه :

یه گردش دوراں هی تو ہے جس نے آل عباد کے بدنصیبوں کو لغزش سے دوچار کر کے تباه کر دیا ، ان پر زمانه خوفناک اونٹنی کی دم پکڑے

چڑھ دوڑا مگر اس اونٹنی کو ڈرا کر نہیں بھگایا گیا۔

ابن عبدون اپنے عہد کے ملوک الطوائف پر طنز کرنا کافی سمجھتا ہے جو شاہانہ القاب اختیار کر کے پھول جاتے تھے : (۱۱)

و او ثقت فی عراها کل معتمد

وأشرقت بقذاها کل مقتدر

وروّعت کل مأمون ومؤتمن

وأسلمت کل منصور و منتصر

ترجمہ :

(۱) اسی گردش روز و شب نے ہر معتمد لقب رکھنے والے کو جکڑ لیا اور ہر مقتدر لقب رکھنے والے کے گلے میں کدورت کا پھندا ڈالدیا ـ

(۲) ہر مامون و موتمن کو خوف زدہ کر دیا اور ہر منصور اور منتصر کو ہلاکت کے سپرد کر دیا یعنی یہ جھوٹے القاب کسی کام نہ آئے ، ابو علی الحسن بن رشیق نے کیا خوب کہا تھا :

مما یزهدنی فی ارض اندلس

سماع مقتدر فیها ومعتضد

القاب مملکة فی غیر موضعها

کالهرّ یحکی انتفا خا صولة الأسد

ترجمہ :

(۱) سر زمین اندلس میں میرے دل کو اچاٹ کرنے والی باتوں میں سے ایک مقتدر و معتضد جیسے جھوٹے القاب بھی ہیں ـ

(۲) یہ القاب تو شاہانہ ہیں مگر بے محل ہیں یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک بلی نتھنے پھیلا کر شیر کی نقالی کرنے لگے ـ

اسلامی اندلس کے مرثیوں میں سے ایک مرثیہ طلیطلہ بھی ہے جو کسی گمنام شاعر کی تخلیق ہے مگر ہے بڑا پر درد ، اثر انگیز اور خوبصورت ۔ طلیطلہ قدیم اسلامی اندلس کے چار بڑے شہروں میں سے ایک ہے ، قرطبہ پہلا یورپی اسلامی دارالحکومت ہے جسے اندلس کے اموی خلفاء کے عہد میں بڑا عروج اور عظمت حاصل ہوئی ۔ اشبیلیہ بنو عباد کا دارالحکومت تھا اور اسے معتمد ابن عباد کے حوالے سے بڑی عظمت و شہرت حاصل ہے ، غرناطہ اسلامی اندلس میں مسلمانوں کا آخری دارالحکومت .اور بنی احمـــر کے قصر حمراء کا امین ہونے کی وجہ سے ساری دنیا جانتی ہے مگر طلیطلہ کو وہ عظمت و شہرت تو حاصل نہیں جو باقی تین شہروں کو حاصل ہے لیکن ملوک الطوائف کے ایک خاندان بنو ذوالنون کے عہد میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہوئی ، اموی سلطنت کے زوال اور منصور بن عامر کی وفات کے بعد عرب اور بربر کی عداوت ، مخاصمت اور تصادم کے باعث اسلامی اندلس کو بہت برے دن دیکھنا پڑے ، قشتالـہ اور ارغون کے عیسائی شروع میں باج وصول کرنے پر اکتفا کرتے رہے اور جب یقین ہو گیا کہ اب اسلامی مشرق سے کوئی نہیں آئے گا تو ملوک الطوائف پر یلغار شروع کر دی ، اسی یلغار کے نتیجے میں طلیطلہ کا سقوط عمل میں آیا ، عیسائی فاتحین نے مسلم مفتوحین کے ساتھ جو سلوک کیا وہ المناک و شرمناک ہونے کے باوجود بھی ملوک الطوائف کے بقیہ ,,امیر المؤمنینوں ،، کی آنکھ نہ کھول سکا ۔ (۱۲)

عیسائی راجہ اذفونش نے یوسف بن تاشفین کے ھاتھوں کاری ضرب کھانے اور زلاقہ میں عبرتناک شکست کھانے سے قبل یکے بعد دیگرے ملوک الطوائف کو کچلنا اور اسلامی قلعوں اور شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا ، سات سال تک مسلسل طلیطلـہ کا

محاصرہ کئے رکھا مگر ملوک الطوائف کو امداد کی توفیق یا جرأت نہ ہو سکی بالآخر علم و دانش کا یہ اسلامی مرکز سرنگوں ہونے پر مجبور ہو گیا ، اس موقع پر صلیب کے علمبرداروں نے ہلال کے علمبرداروں کے ساتھ جو سلوک کیا اسے سنکر آج بھی انسانیت لرزہ براندام ہوتی اور گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں ۔ سقوط طلیطلہ کے اس گمنام شاعر نے بہتر اشعار پر مشتمل مرثیہ کہا جو واقعات کی پر درد تصویر پیش کرتا ہے ، نفح الطیب کا مصنف احمد المقری ہمارے شکر و تحسین کا مستحق ہے جس نے دیگر المناک واقعات اور قابل فخر کارناموں کو یک جا کرنے کے علاوہ اس قسم کے درد سے لبریز مرثیوں کو بھی محفوظ کر دیا ہے ۔ اس گمنام شاعر کے پر درد مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں : (۱۳)

طليطلة أباح الكفر منها
حماها انّ ذا نبأ كبير
فليس مثالها ايوان كسرى
ولامنها الخورنق والسدير
محصنه محسنة بعيد
تناولها ومطلبها عسير
الم تك معقلا للدين صعبا
فذلّله كما شاء القدير
وأخرج أهلها منها جميعا
فصاروا حيث شاء بهم مصير
وكانت دار ايمان وعلم
معالمها التى طمست تنير
مساجدها كنائس أى قلب
على هذا يقر ولا يطير

ادیلت قاصرات الطرف کانت

مصونات مساکنہا القصور

وأدرکہا فتور فی انتظار

لسربٍ فی لواحظه فتور

وکان بناو بالقینات اولی

لو انضمت علی الکل القبور

ترجمه : (۱) طلیطه کی محفوظ پناہ گاہ کو کفار نے لوٹ لیا ، یہ تو بہت بڑی بھیانک خبر ہے۔

(۲) جلال و جمال میں یہ شہر ایوان کسری ، خورنق اور سدیر (شاہ حیرہ کے محل تھے) کو بھی مات کرتا تھا۔

(۳) یہ شہر تو قلعه تھا ، سراپا حسن تھا ، اس تک دست درازی دور کی بات اور اس تک رسائی مشکل تھی۔

(۴) کیا یہ شہر دین اسلام کا محفوظ قلعه نہ تھا مگر قدرت نے اسے ذلیل کر دیا۔

(۵) اس کے تمام باشندے جلاوطن کر دیئے گئے۔ اب وہ قدرت کا عذاب بھگتتے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔

(٦) یہ ایمان اور علم کا گھر تھا ، اس کے وہ نشان جو نابود کر دیئے گئے اسے روشن کرتے تھے۔

(۷) اس کی مساجد گرجوں میں بدل گئی ہیں ، کونسا دل ہو گا جو اس پر بے قرار ہو کر بکھر نہ جائے۔

(۸) اس کی حسین دو دوشیزائیں جو محلوں میں محفوظ تھیں ذلیل ہو کر ہوس کا نشانہ بن گئی ہیں۔

(۹) ان میں سے ایک دو شیزہ کھڑی ہے۔ آنکھیں پتھرا گئی ہیں ، وہ ہوس کار گروہوں کی ہوس رانی کا شکار ہونے کی منتظر ہے۔

(۱۰) همارے اور ان دو شیزاؤں کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ ہم
سب زمین میں دفن ہو جاتے!

اہل صلیب کی یلغار کے آگے ملوک الطوائف میں سے کوئی بھی نہ ٹھہر سکا، ان کی مسلم رعایا مسلسل قتل و غارت گری لوٹ مار اور بیدخلی و جلاوطنی کی زد میں رہی ، بچے غلام بنتے رہے ، دو شیزائیں لونڈیاں بنتی رہیں اور باقی سب تہ تیغ کئے جاتے رہے مگر یوسف بن تاشفین نے اندلس میں داخل ہو کر تاریخ کا رخ ایک بار پھر موڑ دیا پھر کئی صدیوں تک اسلامی اندلس مرابطین کے زیر نگیں رہا اور اہل صلیب حسرت و ندامت سے ہاتھ ملتے رہے ۔ پھر مرابطین کی جگہ موحدین نے لے لی لیکن یوسف بن تاشفین کی طرح عبدالمؤمن کے جانشین موحدین اندلس حقیقی معنی میں سنبھال نہ سکے ۔ چنانچہ موحدین کے زوال کا تمام و بال اندلس کے مسلمانوں کے حصے میں آیا ، اگر غرناطہ میں بنو احمر کی حکومت مسلمانوں کے لئے ایک گوشۂ عافیت ثابت نہ ہوتی تو اسلامی اندلس نویں صدی ہجری کے بجائے ساتویں صدی ہجری میں ہی ختم ہو جاتا (۱۳)۔

اندلس میں موحدین کے زوال کے بعد ایک بار پھر اسلامی شہر اور قلعے اہل صلیب کی زد میں تھے ، اسلامی اندلس پر جو تباہی و بربادی نازل ہوئی اور مسلمانوں کو جس ذلت اور بےبسی سے دوچار ہونا پڑا اس کی روئیداد غم والم سنانے والے ہمیشہ کی طرح اب بھی محدثین اور علمائے امت ہی تھے جو مسلمانان اندلس کی فریاد لیکر اسلامی مشرق خصوصاً شمالی افریقہ کے مسلم حکمرانوں کے پاس آتے رہے ، کبھی یوسف بن تاشفین اور کبھی عبدالمؤمن بن علی کے پاس ۔ اب کے مراکش کی حفصی حکومت کے بادشاہ ابو زکریا بن ابی حفصی کے پاس اندلس کا مشہور محدث ، عالم ، ادیب اور شاعر ابو

عبداللہ بن الابار فریادی بنکر آیا تھا ۔ اس کا سڑسٹھ اشعار پر مشتمل ایک سینیہ قصیدہ ہے جو اسلامی اندلس کے بہترین مراثی میں شمار ہوتا ہے ۔ اس کا مطلع اور چند اشعار کافی ہونگے : (۱۵)

أدرک بخیلک خیل اللہ اندلسا
ان السبیل إلی منجاتها درسـا
وهب لها من عزیز النصر ما التمست
فلم یزل منک عزیز النصر ملتمسا
یا للجزیرة أضحی أهلها جزرا
للحادثات و أمسی جدها تعسا
فی کل شارقةٍ المام بارقةٍ
یعود مأتمها عند العدا عـرسا
وکل غاربة إخجال شائبة
تثنی الأمان خدارا والسرور أسا
تقاسم الروم لانالت مقاسمهم
الا عقائلها المحجوبة الأنسا
وفی بلنسیة منها وفی قرطبة
ماینسف النفس أو ما ینزف النفسـا
مدائن حلها الاشراک مبتسما
جذلان وارتحل الایمان مبتئسـا
یا للمسـاجد عـادت للعدا بیعا
وللنداء غدا اثناء ها جرسا

ترجمه :

(۱) اے بادشاہ اپنے شہسواروں کو ساتھ لے جو اللہ کے شہسوار ہیں اور اندلس کی فریاد رسی کو پہنچ کیونکہ

اس کی آزادی و نجات کے امکانات نابود ہو گئے ہیں۔

(۲) اهل اندلس کی غالب آنے والی مدد کر جیسا کہ تجھ سے مانگی گئی ہے کیونکہ غالب آنے والی مدد تو تجھ سے ہی مطلوب ہوتی ہے۔

(۳) آہ! جزیرۂ اندلس!! اس کے باشندے تو مذبح خانے کے جانور بن چکے ہیں جو حوادث کی زد میں ہیں اور اندلس کا مقدر تو اب بد نصیبی ہے۔

(۴) ہر طلوع ہونے والا سورج ایک بجلی بنکر گرتا ہے اس کا ماتم ہمارا حصہ ہے مگر یہی دن دشمنوں کے لئے شادمانی بن جاتا ہے۔

(۵) ہر ڈوبنے والا سورج دو شیزہ کے لئے رسوائی کا پیغام دیکر جاتا ہے جو امان کو احتیاط اور خوشی کو غم میں بدل دیتا ہے۔

(٦) عیسائیوں نے قسم کھائی ہے۔ خدا کرے ان کی قسمیں پوری نہ ہوں۔ کہ وہ پردہ نشین حسیناؤں پر ہی دست درازی کریں گے۔

(۷) ان عیسائیوں نے بلنسیہ اور قرطبہ میں جو مظالم ڈھائے ہیں جو جان لینے والے اور خون نچوڑ دینے والے تھے۔

(۸) یہ شہر ہیں جہاں شرک خوشی سے دندناتا ہوا فروکش ہو گیا ہے اور ایمان مایوس ہو کر کوچ کر گیا ہے۔

(۹) آہ!وہ مساجد جنھیں دشمنوں نے گرجوں میں بدل دیا ہے اور اذان کی جگہ وہاں اب گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

مگر صد افسوس کہ علامہ ابن الابار کی یہ سفارت ناکام ہوئی۔ اهل اندلس کی فریاد رسی کے لئے اب مشرق میں کوئی اسلامی طاقت

باقی نہ رہی تھی ، شمالی افریقہ میں اب کوئی یوسف بن تاشفین اور عبدالمؤمن بن علی نہ رہا تھا ، مراکش کے حفصیوں میں مرابطین اور موحدین والا دم خم نہ تھا اس لئے اندلس کے مسلمان اب اہل صلیب کے رحم و کرم پر تھے بلکہ ان کی سنگدلانہ چیرہ دستیوں کے سپرد تھے یہ بنو احمر کا کمال تھا کہ صلیبیوں کو تین سو سال تک اندلس کے ایک کونے میں دبکر روکے رکھـــا تھا ، تاہم دشمن کی داخلی چالوں کے ہاتھوں بنو احمر بھی بالآخر شکست کھا گئے اور اہل صلیب نے جس دسیسہ کاری اور افتراق کا بیج بویا تھا وہ آخر کار بار آور درخت بن گیا ۔ بنو احمر کی باھمی عداوت ، چپقلش اور دشمن کے ہاتھوں میں کھلونا بننے نے انھیں کھیں کا نہ چھوڑا ـ

غرناطہ کے بنـو احمر کا وہ احمق جو دشمن کے جال میں پھنس کر اندلس سے اسلام کے دیس نکالے اور بالآخر مکمل بے دخلی کا باعث بنا تھا اور تاریخ جسے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ کے نام سے درس عبرت کا عنوان بناتی ہے ، جب جلا وطن ہوتے وقت غرناطہ کو نگاہ حسرت سے دیکھتے ہوئے اشکبار ہو گیا تھا تو اس کی ماں نے طنزاً کہا تھا : ,,ہاں اب تو دولت غرناطہ پر آنسو بہا کیونکہ تو اسے مردانہ وار تو بچا نہ سکا ! ! ,,اور یوں دولت غرناطہ آسمـاں کے ہاتھوں برباد ہو گئی! مـــگر اس پر کسی ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد نہ کی کیونکہ ابن عبدون کے قصیدہ رائیہ کا شارح علامہ ابن بدروں تو سقوط غرناطہ سے صدیوں پہلے خاک اندلس میں پیوست ہو چکا تھا ـ ہاں مگر دولت غرناطہ کی بربادی پر فریاد کرنے والے ضرور تھے ، ان میں سے ایک تو اس احمق ابو عبداللہ کا ھمنام شاعر تھا جو اس کا درباری اور حاشیہ نشین تھا ، ایک گمنام شاعر تھا جس نے سلطان عثمانی سے مدد کی فریاد بھی کی تھی اور کچھـ اہل دل تھے

جنھوں نے کچھ اشعار گھڑ کے ابو البقاء رندی کے شہرہ آفاق مرثیہ اندلس میں شامل کر دئے حالانکہ یہ ابو البقاء بھی سر زمین اندلس کا ماتم کر کے دولت غرناطہ کی بربادی سے صدیوں پہلے فوت ہو چکا تھا ۔ ابو البقاء کے شہرہ آفاق مرثیہ اندلس پر روشنی ڈالنے سے قبل احمق ابو عبداللہ کے درباری شاعر اور سلطان ترکی سے فریاد کرنے والے گمنام شاعر کے مرثیہ غرناطہ پر نظر ڈالیں گے ۔

غرناطہ کے فریب خوردہ آخری بادشاہ ابو عبداللہ کا حاشیہ نشین شاعر ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ العربی العقیلی کہلاتا تھا ۔ عقیلی نے اپنے دھتکارے ہوئے فریب خوردہ آقائے ولی نعمت کی خواہش پر مراکش کے بادشاہ کو ایک خط لکھا تھا جس میں فوجی امداد کی درخواست اور غرناطہ کے مرثیہ کے طور پر ایک قصیدہ میمیہ بھی شامل تھا ۔ عقیلی کا یہ میمیہ قصیدہ امام محمد بن سعید البوصیری کے قصیدہ بردہ کے تتبع میں کہا گیا ہے مگر یہ مرثیہ کم اور سلطان مراکش کی خوشامد اور پدرم سلطان بود پر ایمان رکھنے والے کی خودستائی زیادہ ہے ۔ عقیلی کا یہ قصیدہ ایک سو اٹھائیس اشعار پر مشتمل ہے : مطلع اور نمونے کے چند اشعار پر اکتفا مناسب ہے : (١٦)

مولی الملوک ملوک العرب والعجم

رعیا لما مثله یرعی من الذمم

بک استجرنا و نعم الجار انت لمن

جار الزمان علیه جور منتقم

حتی غدا ملکه بالرغم مستلبا

وأفظع الخطب ما یأتی علی الرغم

حکم من الله حتم لامردّ له

وهل مردّ لحکم منه منحتم

وهی اللیالی وقاک الله صولتها
تصول حتی علی الآساد فی الأجم
کنا ملوکا لنا فی أرضنا دُوَل
نمنا بها تحت أفنانٍ من النعم
فأیقظتنا سهام للردی صبب
یرمی بأفجع حتفٍ من بهن رُمی
فلا تنم تحت ظل الملک نومتنا
وأیّ ملکٍ بظل الملک لم ینم
یبکی علیه الذی قد کان یعرفه
بأدمع مزجت أمواهها بدم
وصل أواصر قد کانت لنا اشتبکت
فالملک بین ملوک الأرض کالرحم

ترجمه :

(۱) ملوک عرب و عجم کے آقا! آپ بھی اپنی ذمه داری اسی طرح پوری کیجئے جس طرح که بادشاه اپنی ذمه داریاں نبھایا کرتے ھیں -

(۲) ھم آپ کی پناه میں آ گئے ھیں اور آپ تو اس شخص کے لئے عمده پناه گاه ھیں جس پر زمانے نے منتقمانه ظلم کیا ھو -

(۳) زمانے کے منتقمانه ظلم کا حال یه ہے که اس پناه لینے والے ابو عبدالله کی سلطنت اسے ذلیل کر کے چھین لی گئی ہے سب سے زیاده شرمناک آفت وھی ھوتی ہے جو مجبوری لیکر آئے -

(۴) یه تو الله تعالی کا حتمی فیصله ہے جسے کوئی نهیں ٹال سکتا کیا الله کے حتمی فیصله کو کوئی ٹال سکتا ہے -

(۵) یه گردش لیل و نهار ہے میرے آقا ! الله تعالی آپ کو اس کی زد سے بچائے! یه تو جنگل بیلے میں رهنے والے شیروں پر بھی

جھپٹ پڑتی ہے۔

(٦) ہم بھی بادشاہ تھے اپنی سر زمین میں ہماری بھی بادشاہتیں تھیں جن کے سایہ میں ہم ناز و نعمت کی نیند سوتے تھے۔

(٧) مگر ہم پر ھلاکت کے تیر برس پڑے ، یہ تیر جسے نشانہ بناتے ھیں تو اسے سب سے زیادہ درد ناک موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(٨) اے بادشاہ! آپ ھماری طرح مملکت کے سایہ میں مت سونا ھاں مگر کونسا بادشاہ ھو گا جو اپنی سلطنت کے سایہ میں سویا نہ ھو!

(٩) جو لوگ اس شاہ ابو عبداللہ کو جانتے تھے سب اس پر خون آمیز آنسو بہا رہے ھیں۔

(١٠) وہ تعلقات قائم کیجئے جو ہم میں اور آپ میں مشترک تھے، کیونکہ روئے زمین کے بادشاھوں کا ایک مشترکہ رشتہ بادشاھت بھی ھوتی ہے!

اسلامی اندلس کے مرثیوں میں سے ایک مرثیہ ابو العباس احمد بن محمد ابن دقون صنہاجی کا قصیدہ لامیہ بھی ہے، شیخ ابن دقون صنہاجی نے اپنے اس مرثیہ کا تمہیدی تعارف عربی نثر میں لکھا ہے اور قصیدہ کا عنوان ہے الموعظة الغراء بأخذ الحمراء (١٧) (الحمراء پر قبضہ کی روشن نصیحت) جیسا کہ عنوان سے ھی ظاہر ہے یہ مرثیہ سقوط غرناطہ کا مرثیہ ہے اور اس المیہ کے بعد کہا گیا۔

شیخ ابن دقون کا یہ مرثیہ لفظی و معنوی اسلوب کے اعتبار سے اتنا بلند نہیں ہے مگر سقوط غرناطہ کے نتیجے میں جو صورت حال پیدا ھوئی شیخ نے اس کی تصویر کشی کی کوشش کی ہے، قصیدہ کا مطلع ہے : (١٨)

أمنت من عكس آمال و احوال
وعشت مابين أعمام و أخوال
ولا ابتليت بما فی القلب من نكد
فالجسم مشتغل من غير أشغال

ترجمه :

(۱) اے مخاطب ! تو تو امیدوں اور حالات کے دگرگوں ہونے سے محفوظ ہے کیونکہ اپنے چچا اور ماموں کے ساتھ رھتا ہے۔

(۲) تو دل کو تکلیف دینے والے کسی صدمہ میں مبتلا ھی نہیں ھوا ، تیرا جسم بھی سلامت ہے اور بغیر کسی کام کے مشغول ہے ؟

اسی مرثیے کے چند اور اشعار ملاحظہ کیجئے :

واحتلّ غرناطة الغراء قد عدمت
حب الحصید ونصر الله و الآل
كأنّها الشمس فی أفق العلی كسفت
فهل علی طلل ترمی بأبطال ؟
وهل تعود ليال قد سلفن بها
ونحن لانشتكی تنكيد ضلال
وهل يعود لها الدين الذی أُنست
به وقد أيست من فتح ابدال
فأصبحوا لاتری الا مساكنهم
كمثل عاد وما عاد بأشكال
قد فرقوا كسبا فی كل منزلة
وقد سبا عده من أيد أو عال

فلا المساجد بالتوحيد عامرة
إذ عمروها بنا قوسٍ وتمثال
ولا المنابر للوعاظ بارزة
للأمر والنهى أو تـذكيـر آجال
ولا المكاتب بالصبيان آنسة
تتلو القرآن بأسحارو آصال

ترجمہ :

(۱) دشمن نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا ہے غلے کے دانے اور اللہ و رسول کی نصرت و برکت بھی غائب ہے۔

(۲) یوں لگتا ہے کہ غرناطہ افق بلندی پر پہنچا ہوا آفتاب تھا جو گہنا گیا ، تو کیا یہ غرناطہ اپنے بہادر ابطال کو ٹیلوں پر پھینک دے گا ۔

(۳) کیا وہ راتیں دوبارہ آئیں گی جو اس میں بیت چکی ہیں ؟ اور ہمیں منغص کرنے والے گمراہوں کی شکایت بھی نہ رہے گی ؟

(۴) اور کیا وہ دین واپس آئے گا جس سے غرناطہ مانوس تھا ، جبکہ کسی ولی یا ابدال کی فتح و نصرت سے یہ مایوس ہو چکا ہے۔

(۵) اب حالت یہ ہے کہ اہل غرناطہ کے صرف گھر دکھائی دیتے ہیں ، جس طرح قوم عاد کے صرف گھر باقی رہ گئے تھے ، اور عاد کی بہت سی شکلیں تو نہیں ہونگی !

(٦) غرناطہ والوں کو قوم سبا کی مانند ادھر ادھر بکھیر دیا گیا ہے ، جبکہ ان کی ایک تعداد کو وحشیوں نے جکڑ لیا ہے۔

(۷) اب نہ تو مساجد اعلان توحید سے آباد ہیں کیونکہ عیسائیوں نے اذان کی جگہ ناقوس اور مجسمہ کو دے دی ہے۔

(۸) اور نہ وعظ و تبلیغ کے لئے واعظین کو منبر پر آنے دیا جاتا ہے۔

(۹) اور نہ مکاتب میں صبح و شام درس قرآن کے لئے بچے ہیں۔

ابو البقاء کے خوبصورت قصیدہ نونیہ سے قبل کسی گمنام شاعر کا ایک مرثیہ غرناطہ ہمیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے جو لفظی ساخت کے اعتبار سے تو معیاری نہیں مگر باتیں بڑی پر درد اور اثر انگیز ہیں ، یہ مرثیہ سقوط غرناطہ کے المیہ کے بہت بعد کے واقعات کی تصویر پیش کرتا ہے ، جب عیسائیوں نے طے شدہ شرائط صلح کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا ان کے لئے صرف دو راستے تھے ، بپتسمہ لیکر عیسائیت قبول کر لیں یا گردن کٹوانے کے لئے تیار ہو جائیں (۲۰)۔

یہ مرثیہ دراصل مسلمانان اندلس کی فریاد ہے جو عثمانی خلیفہ سلطان بایزید خان کے نام ہے ، منظومہ کے شروع میں شاعر نے نثری تمہید میں سلطان با یزید خان کو بھاری بھر کم القاب سے (۲۱) یاد کیا ہے ، مطلع غائب ہے ، چند شعر پر اکتفا کرتے ہیں ۔ (۲۲)

فلما دخلنا تحت عقد ذمامهم
بدا غدرهم فینا بنقض العزیمة
وخان عهودا کان قد غرّنا بها
ونصّرنا کرها بعنف و سطوة
وأحرق ماکانت لنا من مصاحف
وخلطها بالزبل أو بالنجاسة

وکل کتاب کان فی أمر دیننا
ففی النور القوہ بهزء و حقرة
ولم یترکوا فیها کتابا لمسلم
ولا مصحفا یخلی به للقراءة
ومن صام اُو صلی ویعلم حاله
ففی النار یلقوه علی کل حالة
وفی رمضان یفسدون صیامنا
باُکل وشُرب مرّة بعد مرّة
وقد امرونا اُن نسبّ نبینا
ولا نذکرنه فی رخاء وشـدة

ترجمه :

(۱) جب هم نے ان سے عهد و پیماں کیا تو ان کی بد عهدی وغداری سامنے آ گئی ؟

(۲) دشمن نے عهد و پیمان توڑ دیا جس کے ذریعه همیں دهوکا دیا تها ، تشدد اور دست درازی سے همیں عیسائی بنا لیا ـ

(۳) همارے قرآن کریم جلا دئے اور انهیں گوبر اور نجاست سے آلوده کیا ـ

(۴) هماری هر کتاب کو تمسخر اور حقارت کے ساتهـ نذر آتش کر دیا ـ

(۵) مسلمانوں کے لئے کوئی کتـاب یا مصـحف مقـدس نه چهوڑا جسے وه چهپ کر هی پڑهـ لیتے !

(٦) اگر پته چل جاتا که کسی نے روزه رکها هوا ہے یا نماز پڑهی ہے تو اسے هر حال میں آگ میں ڈال دیتے ـ

(۷) رمضان المبارک میں بار بار کھا پی کر ھمارا روزہ خراب کرتے ھیں ـ

(۸) انھوں نے ھمیں حکم دیا ہے کہ ھم اپنے رسولؐ کو (معاذ اللہ) برا بھلا کھیں اور کسی نرمی سختی میں ان کو یاد نہ کریں ـ

مگر اندلس کا وہ شہرہ آفاق مرثیہ جو جمال لفظی و معنوی کے ساتھ دلوں کو ھلا دینے والا ہے اور مشرق و مغرب میں زبان زد خلائق چلا آتا ہے اور عربی ادب کے علاوہ فارسی ، اردو اور ترکی ادب والے بھی اس سے نامانوس نہیں وہ اسلامی اندلس کے ادیب و شاعر ابو البقاء صالح بن شریف الرندی الاندلس کا نونیہ قصیدہ ہے ، کسی عرب ملک کا نصاب تعلیم اس قصیدہ سے خالی نہ ھو گا ، مولانا آزاد اور دیگر بلند مرتبہ ادبائے اردو کے ھاں بھی اس مرثیہ کی باز گشت سنی جا سکتی ہے ـ (۲۳)

یہی وہ قصیدہ ہے جو ھر زمانے میں مقبول رھا اور اس میں الحاقی اشعار بھی شامل کئے جاتے رھے ، یہ مرثیہ اگرچہ سقوط غرناطہ سے بہت پہلے کا ہے مگر اس کے بعض متنوں میں المیہ سقوط غرناطہ کے متعلق بھی اشعار موجود ھیں ، احمد المقری نے اس کے تمام الحاقی اشعار حذف کر کے نفح الطیب اور ازھار الریاض (۲۴) میں اسے درج کر دیا ہے ، مرثیہ کا مطلع ہے ـ (۲۵)

لکل شئی اذا ماتم نقصان

فلا یغرّ بطیب العیش انسان

ھی الأمور کما شاھدتھا دول

من سرّہ زمن سائتہ ازمان

ترجمہ :

(۱) ھر چیز جب مکمل ھو جاتی ہے تو اس میں نقص کا

آغاز ہو جاتا ہے (ہر کمالے را زوالے) تو اس لئے کسی انسان کو خوشگوار زندگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے!

(۲) یہ تو بدلتے ہوئے حالات ہیں جیسا کہ تو نے مشاہدہ کیا ہے ، اگر کسی کو ایک زمانہ خوش کرتا ہے تو کتی زمانے ناگوار بھی لگتے ہیں!

ابو البقاء کا یہ شعر تو ضرب المثل بن کر ہر زبان پر رواں ہے :

یا غافلا وله فی الدهر موعظة
ان کنت فی سنة فالدهر یقظان

ترجمہ :

اے غافل! یہ گردش زمانہ تیرے لئے تازیانہ موعظت و عبرت ہے
اگر تو سوتا ہے تو سوتا رہ ، یہ زمانہ تو گردش بیدار ہے!

مشرق کے اهل اسلام کو جھنجھوڑتے ہوئے کہتا ہے :

ماذا التقاطع فی الاسلام بینکم
وانتم یا عباد الله اخوان
ألانفوس أبیات لها همـــم
أما علی الخیر انصار و أُعوان!

ترجمہ :

(۱) مسلمان ہوتے ہوئے ایک دوسرے سے تمہاری یہ سنگدلی وقطع رحمی کیا معنی رکھتی ہے ؟ اللہ کے بندو تم تو بھائی بھائی ہو۔

(۲) کیا اب تم میں خود دار و باهمت انسان باقی نہیں رہے ؟ کیا اب نیکی کی خاطر امداد اور باہم تعاون کرنے والے بھی مفقود ہو گئے ہیں ؟!

معلوم ھوتا ہے که ابن عبدون کا قصیده رائیه (جس کی شرح علامه ابن بدرون نے کی تھی) اندلس کے عرب شعراء کے دل و دماغ پر ایک مدت تک چھایا رھا اور اس کے اثرات اندلسی شعراء کے کلام میں دیکھے جا سکتے ھیں ، ابو البقاء بھی اپنے اس نونیه قصیده میں ابن عبدون کے مضامین قصیده سے متاثر نظر آتا ہے۔ ابن عبدون نے داستان ماضی اور قصه تاریخ بننے والی سلطنتوں اور حکمرانوں کا ذکر کر کے زمانے کی سنگدلی و بے نیازی اور بے وفائی کا گله کیا ہے۔ ابو البقاء کے ھاں بھی یه مضمون اسی شکل میں جلوه گر نظر آتا ہے :

أتی علی الکل امر لا مردّ له

حتی قضوا فکأن القوم ماکانوا

وصار ماکان من مُلکٍ ومن مَلِکٍ

کما حکی عن خیال الطیف وسنان

ترجمه :

(۱) ان سب پر الله تعالی کا اٹل حکم فنا آیا تو سب یوں مٹ گئے جیسے یه لوگ کبھی تھے ھی نہیں ۔

(۲) بادشاھتوں اور بادشاھوں میں سے ھر ایک کا وھی حشر ھوا جو اونگھ کی حالت میں آنے والے طیف خیال کا ھوتا ہے ۔

لیکن ابن عبدون کے رائیه قصیده میں کہیں اسلام یا ملت اسلامیه کا تذکره ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا مگر ابو البقاء الاندلسی کا یه نونیه قصیده سراپا فریاد ہے ملت اسلامیه اور اسلام کی جو شعر کی شکل میں دلوں کو ھلاتی اور دماغوں کو جھنجھوڑتی ہے :

فجائع الدھر انواع منوّعة

وللزمان مسرات و اُحزان

وللحوادث سلوان يهونهـــا

وما لما حلّ بالإسلام ســلوان

ترجمه :

(۱) دکھ درد پہنچانے والی آفات زمانہ تو نوع بنوع ھیں ، اور زمانہ انسانوں کو کبھی خوشیاں دیتا اور کبھی غموں سے دوچار کرتا ھی رھتا ہے۔

(۲) اور حوادث و آفات کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ تسلی بھی مل جاتی ہے جو انھیں ھلکا اور قابل برداشت بنا دیتی ہے مگر جو آفت اسلام پر ٹوٹی ہے اس کے لئے تو کوئی وجہ تسلی نہیں ہے۔

ابو البقاء یہ کہکر تو پتھر دلوں کو بھی پگھلا دیتا ہے کہ :

لمثل هذا يذوب القلب من كمد

ان كان في القلب اسلام و ايمان!!

ترجمه : دکھ درد کے ان مناظر سے تو جلن کے مارے دل پگھل جاتا ہے بشرطیکہ دل میں اسلام اور ایمان کی چنگاری موجود ھو۔

یہ تو اسلامی اندلس کی وہ داستان غم والم ہے جو اندلس کے عرب شعراء پیش کرتے ھیں مگر ایک تصویر وہ بھی ہے جو میں نے پڑھی ، سنی اور آنکھوں سے دیکھی ہے ، اندلس ھی ایک ایسا خطہ تھا جہاں سے طویل حکمرانی کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کا سرکاری طور پر دیس نکالا ھوا اور بزعم خویش سنگدل و متعصب عیسائیوں نے اس کی مکمل بیخ کنی کر دی تھی مگر ھسپانیہ میں آج پھر اسلام کا شجرہ طیبہ برگ و بار لارھا ہے۔ استاذ گرامی مولانا عبدالعزیز میمن رحمة الله علیه فرمایا کرتے تھے کہ مراکش کے شہروں میں انھوں نے اندلسی مہاجرین کے ایسے گھرانے دیکھے جن کے ھاں

نسلاً بعد نسلٍ اپنے ان مکانوں کی چابیاں آج تک اس یقین کے ساتھ منتقل ہوتی چلی آتی ہیں کہ ایک نہ ایک دن وہ اپنے اس سرسبز و شاداب وطن کو ضرور لوٹیں گے!!

شاعر اسلام علامہ محمد اقبال نے خاص نیت سے اسلامی اندلس کی عظمت رفتہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے طویل و مشقت آمیز سفر اختیار کیا تھا ، گئے تھے تو اس غم اور پریشانی کے ساتھ کہ اس سر زمین مغرب نے شجرہ اسلام کو اپنے اندر جڑ کیوں نہ پکڑنے دی تھی مگر جب واپس آئے تو اس یقین و اعتماد کے ساتھ کہ اندلس اسلام کی فردوس گم گشتہ اور ارض موعودہ ہے ، یہاں اسلام کی واپس اسی طرح یقینی ہے جس طرح جنت سے نکالے گئے آدم کی جنت کو واپس یقینی اور لازمی تھی !

مراکش کا ایک عظیم الشان شہر اور سمـندری بنـدرگاہ ہے جس کا نام کاسـا بلانکا ہے ، یہ ھسپانوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سفید محل ، اسی لئے اس شہر کا عربی نام ہے الـدار البیضاء (سفید مکان) جو کاسا بلانکا کا لفظی ترجمہ ہے ، ۱۹۸۰ء میں اس شہر کو پہلی بار دیکھنے کا موقع نصیب ہوا ، اس کا سب سے بڑا پر شکوہ اور خوبصورت محلہ حی الاندلس (اندلس کا محلہ) ہے ، یہاں کے ممبر قومی اسمبلی جناب حسن لوزی مرحوم کے ہاں پر تکلف دعوت میں شریک ہوا جو میرے لئے منعقد ہوئی تھی ، دعوت میں اندلس کا ذکر چلا تو حسن لوزی فرمانے لگے : آئندہ چند سالوں میں ھسپانیہ ایک اسلامی ملک بن جائے گا ، ھسپانیہ کا سب سے بڑا صوبہ ہے اندولیسیا یہاں کے لوگ خود کو عربوں کی اولاد سمجھکر دھڑا دھڑ اسلام قبول کر رہے ہیں ـ گذشتہ سال عیدالفطر کے موقع پر پانچ سو نومسلم ھسپانوی ایک جہاز میں کاسا بلانکا میں عیدالفطر کی نماز پڑھنے کے لئے آنکلے ، بغیر پاسپورٹ کے عیدگاہ میں نماز ادا

کی اور هم سے وعدہ لیا کہ کاسا بلانـکا سے ایـک هزار مسلمـان عیدالاضحی کی نماز سپین میں ادا کریں اور قربانی کرنے میں همارے ساتھـ شریک هوں !

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنـا هـی یہ ابھـرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

مصادر و مراجع

(۱) زندہ رود (از ڈاکٹر جاوید اقبال) ۳ : ۵۰۳ ۔
۲ ۔ روائع اقبال (از مولانا ابو الحسن علی ندوی)
۳ ۔ کلیات اقبال اردو
۴ ۔ کلیات سعدی ص ۵۱٦ ۔
۵ ۔ داغ (از تمکین کاظمی) ص ۳۰ تا ۵۵ ۔
٦ ۔ نفح الطیب (از احمد المقری) ۳ : ۳۲۱
۷ ۔ المعرب (از عبدالواحد المراکشی) ص ۲۵
۸ ۔ ایضاً
۹ ۔ ایضاً
۱۰ ۔ ایضاً
۱۱ ۔ تاریخ الادب الاندلس (از ڈاکٹر احسان عباس) ص ۱۹ ، نفح الطیب ۵ : ۲۷ ۔
۱۲ ۔ نفح الطیب ۵ : ۲۷
۱۳ ۔ ایضاً
۱۴ ۔ تاریخ العرب مطول (از فلپ هتی) ص ٦٦۱ ۔
۱۵ ۔ ازهار الریاض (از احمد المقری) ۱ : ۱۰۳ ۔ ۱۳۵ ، نفح الطیب ٦ : ۲۸۰
۱٦ ۔ ایضاً
۱۷ ۔ ازهار الریاض ۱ : ۱۱۳ ۔
۱۸ ۔ ایضاً
۱۹ ۔ ایضاً
۱۹ ۔ ایضاً
۲۰ ۔ ایضاً
۲۱ ۔ ایضاً
۲۲ ۔ ایضاً ، نفح الطیب ٦ : ۲۳۲ ۔
۲۳ ۔ ازهار الریاض ۱ : ۱۰۳ ۔ ۱۳۵ ، نفح الطیب ٦ : ۲۸۰ ۔
۲۴ ۔ ایضاً
۲۵ ۔ ایضاً

★★★

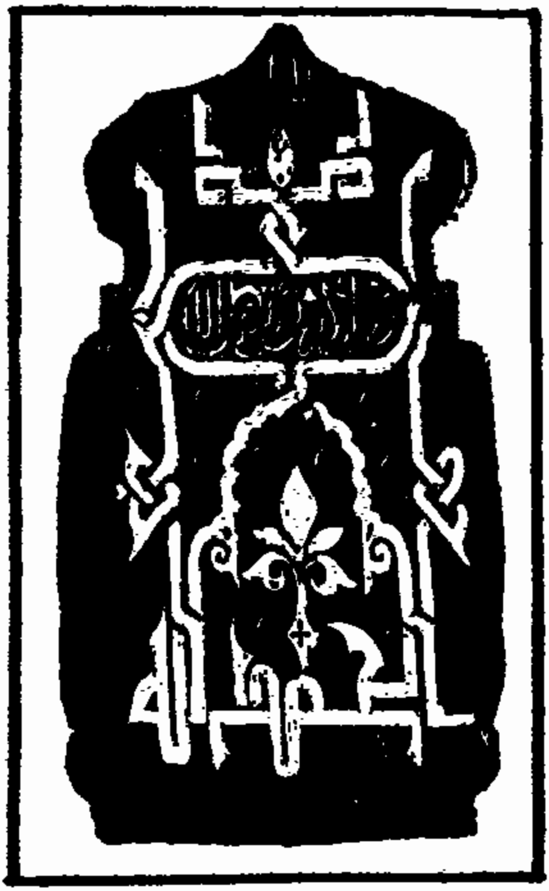

كتابة زخرفية
معقودة بخط كوفي وخـط
اندلسي من ايوان مدخـل
رحبة السباع فيقصر الحمراء
بالاندلس .

←